# حضرت خان محمد خان صاحب کپور تھلوی کا ذکر خیر

(فرمودہ ۸ مارچ ۱۹۵۶ء)

۸ مارچ ۱۹۵۶ء بروز جمعرات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے صاحبزادے مرزا اظہر احمد صاحب کا نکاح ہمراہ قیصرہ خانم سعید بنت خان سعید احمد خان صاحب مرحوم کے ساتھ ایک ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا۔ [1]

آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں آج جس نکاح کے اعلان کے لئے کھڑا ہوا ہوں وہ میرے لڑکے مرزا اظہر احمد کا ہے جو خان سعید احمد خان صاحب مرحوم (ابن کرنل اوصاف علی خاں صاحب مرحوم) کی لڑکی قیصرہ خانم سعید سے قرار پایا ہے۔ قیصرہ خانم سعید پہلے ہماری دوہری رشتہ دار تھیں لیکن اب اس نکاح کی وجہ سے ان کا ہم سے تہرا رشتہ ہوگیا ہے۔ ان کا ایک رشتہ تو یہ ہے کہ وہ کرنل اوصاف علی خان صاحب کی پوتی ہیں اور کرنل اوصاف علی خاں صاحب نواب محمد علی خان صاحب کے بہنوئی اور خالہ زاد بھائی تھے گویا یہ اس شخص کے بہنوئی کی پوتی ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لڑکی کا رشتہ دیا بلکہ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانے میں ان کے بیٹے کو آپ کی دوسری لڑکی کا رشتہ دے دیا گیا۔ دوسرا رشتہ جس کی بناء خدا تعالیٰ کے ایک الہام پر ہے یہ ہے کہ یہ خان محمد خان صاحب کپور تھلوی کے بیٹے عبدالمجید خاں صاحب کی نواسی ہیں خان محمد خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت پرانے صحابی تھے۔ افسوس ہے کہ ہماری جماعت اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں نہائت ست واقع ہوئی ہے۔

شاید ہی کوئی اور قوم ایسی ہو جو اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں اتنی سست ہو جتنی ہماری جماعت ہے۔ عیسائیوں کو لے لو انہوں نے اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں اتنی سستی سے کام نہیں لیا اور مسلمانوں نے تو صحابہؓ کے حالات کو اس تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اس موضوع پر بعض کتابیں کئی کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں لیکن ہماری جماعت باوجود اس کے کہ ایک علمی زمانہ میں پیدا ہوئی ہے اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں سخت غفلت سے کام لے رہی ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ خان محمد خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی تھے اور آپ سلسلہ سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ جب وہ یکم جنوری ۱۹۰۴ء کو فوت ہوئے تو دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے اور فرمایا آج مجھے الہام ہوا ہے کہ

"اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے" ۲؎

حاضرین مجلس نے کہا کہ حضور کے اہل بیت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ پھر یہ الہام کس شخص کے متعلق ہے۔ آپ نے فرمایا خان محمد خان صاحب کپور تھلوی کل فوت ہو گئے ہیں اور یہ الہام مجھے انہی کے متعلق ہوا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے الہام میں انہیں اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔

پھر ان کے متعلق یہ الہام بھی ہوا کہ

"اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا" ۳؎

بہرحال ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعزیت کرنا اور یہ کہنا کہ اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ روحانی رنگ میں اہل بیت میں ہی شامل تھے۔ پس قیصرہ خانم کا ہم سے یہ دوسرا رشتہ ہے کہ وہ اس شخص کے ایک بیٹے کی نواسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔

لڑکی کے والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے بعد میں اس کے دادا بھی لاہور میں وفات پا گئے اس کے بھائیوں میں سے ایک بھائی جس کا نام انیس احمد ہے کراچی میں محکمہ کسٹم میں ملازم ہے، دوسرا بھائی جس کا نام شہزاد ہے فوج میں لفٹیننٹ ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ لڑکی کا باپ فوت ہو گیا ہو تو اس کا کوئی بھائی جو موجود ہو چاہے وہ چھوٹی عمر کا ہی ہو اختیار رکھتا ہے کہ اپنی بہن کی شادی کردے۔ خود آپ نے ایک شادی کی تو اس وقت اس عورت کا والد فوت ہو چکا تھا صرف ایک بھائی تھا جس کی عمر ۸۔ ۹ سال کی تھی آپ نے فرمایا وہی کافی ہے

شریعت نے اسے حق دیا ہے۔ ؎۴ پس والد کی عدم موجودگی میں لڑکی کا بھائی اس کا نکاح کرنے کا حق رکھتا ہے۔ قیصرہ خانم کا بڑا بھائی تو دور تھا لیفٹیننٹ شہزاد نے ہی نکاح کی اجازت دی ہے لیکن وہ خود اس موقع پر یہاں نہیں آسکے انہوں نے اپنے چچا میجر بشیر احمد صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ولی اور سرپرست کے طور پر اپنی بھتیجی اور میری بہن قیصرہ خانم کے نکاح کی منظوری دے دیں۔

ہمارا خاندانی طریق یہی ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کا مہر ایک ہزار روپیہ رکھا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام نے اپنی زندگی میں میرا جو مہر رکھا وہی میں نے بعد میں بھی رکھا ہے۔ بعض رشتے نوابوں کے خاندان میں بھی ہوئے لیکن میں نے اسی قدر مہر تجویز کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ اپنی بیٹیوں کا مہر زیادہ رکھا ہے اور ہماری بیٹیوں کا کم۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہماری بڑی ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا مہر ۵۷ ہزار روپیہ رکھا گیا تھا۔ لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ مالیر کوٹلہ میں یہ طریق رائج تھا کہ نواب خاندان کی عورتوں کو ورثہ نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر بعض نے کہا کہ مہر تو اس لئے کم رکھا جاتا ہے کہ عورت خاوند کی جائداد کی وارث ہوتی ہے لیکن ریاست مالیر کوٹلہ کے قانون کے مطابق عورت وارث نہیں ہو سکتی اس لئے مہر زیادہ رکھا جانا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اچھا اگر یہ صورت ہے تو ورثہ میں لانے والی جائداد کا حساب لگا لیا جائے اور اسی قدر مہر رکھ لیا جائے۔ پس درحقیقت ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا مہر بھی اس لئے زیادہ رکھا گیا تھا کہ مالیر کوٹلہ کی ریاست کے دستور کے ماتحت وہ اپنے خاوند کے ورثہ کی حقدار نہیں ہو سکتی تھیں۔ لیکن جہاں عورت کو خاوند کی جائداد سے ورثہ مل سکتا ہے وہاں ہم نے ایک ہزار روپیہ سے زیادہ مہر کبھی نہیں رکھا۔ وہ لوگ جن کی دنیوی حیثیت ہم سے بہت ہی کم ہے وہ اپنی لڑکیوں کا مہر بعض دفعہ آٹھ آٹھ دس دس ہزار روپیہ رکھ لیتے ہیں مگر چونکہ لڑکا اسے منظور کر لیتا ہے اس لئے ہمیں بھی اسی مہر پر نکاح کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔ درحقیقت اسلام نے عورت کو اس کے خاوند کی جائداد کا وارث بنایا ہے اور جب یہ صورت ہے تو زیادہ مہر کی کیا ضرورت ہو گی اگر خاوند کی اولاد ہو گی تو بیوی کو اس کی جائداد کا آٹھواں حصہ مل جائے گا اور اگر اولاد نہیں ہو گی تو وہ اس کی جائداد کے چوتھے حصے کی وارث ہو گی۔

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمارے خاندان میں ایک ہزار مہر کا رواج ہے۔ صرف ہمشیرہ

مبارکہ بیگم کا مہر زیادہ تھا اور وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی تحریک پر مقرر کیا گیا تھا اور پھر نواب محمد علی خان صاحب نے بھی یہی کہا کہ ریاستی قوانین کے مطابق چونکہ عورتوں کو حصہ نہیں ملتا اس لئے مہر زیادہ رکھا جائے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اجازت دے دی۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد اگر ان کی جائداد کا آٹھواں حصہ بطور ورثہ ہمشیرہ مبارکہ بیگم کو ملتا تو اس کی قیمت ۵۷ ہزار روپے سے یقیناً بہت زیادہ تھی کیونکہ بعد میں جائداد کی قیمتیں بہت بڑھ گئی تھیں۔ اس وقت جو جائداد ہمشیرہ وہاں چھوڑ آئی ہیں اس کا کلیم دیا گیا ہے وہ پندرہ لاکھ سے زیادہ کی ہے۔ ممکن ہے نکاح کے وقت نواب صاحب نے یہ خیال کیا ہو کہ ہمشیرہ مبارکہ بیگم کو ان کے خاندان میں جا کر مالی لحاظ سے فائدہ ہو گا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمیں جو جائداد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملی تھی وہ نواب صاحب کی جائداد سے بہت زیادہ قیمتی تھی کیونکہ جو جائدادیں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام سے ملی تھیں وہ قادیان کے بڑھنے کی وجہ سے بہت قیمتی ثابت ہوئیں۔ جب ہمشیرہ مبارکہ بیگم کا نکاح ہوا ہے تو گو ہم بادشاہوں کی اولاد تھے اور نواب محمد علی خان صاحب محض نواب تھے لیکن ہماری خاندانی حیثیت اس وقت مٹی میں دبی ہوئی تھی اور ان کی حیثیت قائم تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نواب ہیں لیکن ہم اپنی حیثیت ایک زمیندار سے زیادہ قرار نہیں دیتے تھے اس لئے ممکن تھا کہ کسی وقت ہمشیرہ کو طعنہ دیا جاتا کہ تُو اب بڑے گھر میں آگئی ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کے بچپن میں ہی رؤیا میں دکھایا گیا کہ مبارکہ بیگم کہہ رہی ہیں کہ:

"مینوں کوئی نہیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی جس نے ایہہ مصیبت پائی" ۵

چنانچہ جب نواب صاحب کے مقروض ہونے کی وجہ سے ان کی مالی حالت خراب ہوئی تو آخری عمر میں ہمشیرہ اور ان کے بچے ہی نواب صاحب کے اخراجات کے لئے رقم مہیا کرتے تھے۔ غرض ہمشیرہ کے بچپن میں اور پھر ایسے وقت میں جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی حیثیت ایک زمیندار سے زیادہ نہیں تھی خدا تعالیٰ کا ہمشیرہ مبارکہ بیگم کی زبان سے الہاماً بتانا کہ

"مینوں کوئی نہیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی جس نے ایہہ مصیبت پائی"

کتنا بڑا نشان ہے۔ بے شک وہ ایک نواب خاندان میں بیاہی گئی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب نواب صاحب کو مالی مشکلات پیش آئیں گی اور اس وقت خود

اس لڑکی کی جائداد خاندانی مصائب کو دور کرنے کا موجب ہوگی۔ تو یہ الٰہی تدبیر تھی بچپن میں ایک بات کہی گئی تھی اور پھر وہ بات بڑی شان سے پوری ہوئی بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کے غیب کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

اسی طرح اور بھی سینکڑوں پیشگوئیاں ہیں جو بعد میں پوری ہوئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا بیّن ثبوت بنیں۔ مثلاً میرے متعلق ہی آپ کی یہ پیشگوئی تھی کہ "وہ صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا" اب آپ لوگ دیکھ لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی زندگی میں آپ کی کس قدر جائداد تھی۔ آپ نے مخالفین کو انعامی چیلنج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں اپنی ساری جائداد جو دس ہزار روپیہ مالیت کی ہے پیش کرتا ہوں گویا اس وقت آپ کی جائداد صرف دس ہزار روپیہ کی تھی لیکن اب وہ لاکھوں روپے کی ہو چکی ہے۔ یہ دولت کہاں سے آئی ہے یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل ہے ورنہ مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی وفات کے بعد جب نانا جان نے ہماری زمینوں سے تعلق رکھنے والے کاغذات واپس کئے تو میں اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس کرتا تھا کہ میں حیران تھا کہ کیا کروں۔ اتفاق سے شیخ نور احمد صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو ایک ملازم کی ضرورت ہے آپ مجھے رکھ لیں۔ میں نے کہا میں تنخواہ کہاں سے دوں گا میرے پاس تو نہ کوئی رقم ہے جس سے تنخواہ دے سکوں اور نہ جائداد سے اتنی آمد کی توقع ہے انہوں نے کہا آپ جو چھوٹی سے چھوٹی تنخواہ دینا چاہیں وہ دے دیں اور پھر انہوں نے خود ہی کہہ دیا کہ آپ مجھے دس روپے ماہوار ہی دے دیں۔ چنانچہ میں نے انہیں ملازم رکھ لیا اور یہ خیال کیا کہ چلو اس قدر تو آمد ہو ہی جائے گی۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ جوں جوں شہر ترقی کرتا گیا اس جائداد کی قیمت بھی بڑھتی چلی گئی۔ جب قرآن کریم کے پہلے ترجمہ کے چھپوانے کا سوال پیدا ہوا تو میں نے چاہا کہ اس ترجمہ کی اشاعت کا سارا خرچ ہمارا خاندان ہی برداشت کرے۔ میں نے اس وقت شیخ نور احمد صاحب کو بلوایا اور ان سے کہا کہ اس وقت مجھے دو ہزار روپے کی ضرورت ہے کیا اس قدر روپیہ مہیا ہو سکے گا انہوں نے کہا آپ زمین کا کچھ حصہ مکانات کے لئے فروخت کرنے کی اجازت دے دیں تو پھر جتنا چاہیں روپیہ آجائے گا۔ چنانچہ میں نے کچھ زمین فروخت کرنے کی اجازت دے دی یہ زمین ۵۰ کنال کے قریب تھی اور اس جگہ واقع تھی جہاں بعد میں محلہ دارالفضل آباد ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ صاحب واپس

آئے اور ان کے ہاتھ میں روپوں کی ایک تھیلی تھی انہوں نے کہا یہ دو ہزار روپیہ ہے اور اگر آپ کو دس ہزار کی بھی ضرورت ہو تو وہ بھی مل سکتا ہے۔ میں نے کہا اس وقت مجھے اتنے ہی روپیہ کی ضرورت تھی زیادہ کی ضرورت نہیں چنانچہ اس طرح محلہ دارالفضل کی بنیاد پڑی اور وہ روپیہ اشاعت قرآن میں دے دیا گیا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور باغوں کی آمد کے علاوہ زمینوں کی آمد ہی لاکھ دو لاکھ روپیہ سالانہ تک پہنچ گئی اور مزید فضل اس نے مجھ پر یہ کیا کہ میں نے اس آمد کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ہمیشہ یہ روپیہ میں نے خدمت اسلام پر صرف کیا۔ اس کے بعد میں نے سندھ میں بھی زمین خریدی اور اس کی آمد بھی ہمیشہ سلسلہ کے کاموں میں ہی خرچ ہوتی رہی چنانچہ اس وقت تک میں دو لاکھ تیس ہزار روپیہ چندہ تحریک جدید کو دے چکا ہوں۔ اسی طرح ایک زمین چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے مجھے بطور نذرانہ دی جو ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی تھی وہ بھی میں نے تحریک جدید کو دے دی۔ اسی طرح تھل والی زمین میں نے صدر انجمن احمدیہ کے نام ھبہ کر دی ہے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ فضل رہا کہ اس نے مجھے دولت کو ضائع کرنے سے محفوظ رکھا۔ آخر میرے بیوی بچے بھی تھے اور ان کی خواہش تھی کہ میں ان کے آرام کی کوئی صورت پیدا کروں لیکن میں نے ان کی پرواہ نہیں کی بلکہ ہمیشہ اپنی آمد کا اکثر حصہ اشاعت اسلام کے لئے دیتا رہا اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس پر نہ مجھے کوئی فخر ہے اور نہ کسی تعریف و توصیف کی خواہش ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنے کے لئے اس کے آگے جس قدر بھی ماتھا رگڑا جائے کم ہے۔ جائدادیں اکثر اوقات انسان کے لئے وبال جان بن جاتی ہیں اور اس سے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو عقل دے دے تو وہ ان تباہیوں سے بچ جاتا ہے۔

بہرحال میں بتانا چاہتا تھا کہ کس طرح ایک زمانہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ایک پیشگوئی فرمائی اور پھر اسے پورا کیا۔ ۱۹۰۴ء میں ایک شخص کے متعلق اس نے الہاماً فرمایا کہ وہ اہل بیت میں سے ہے۔ کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ یوں ہی ایک گپ ہانک دی گئی ہے لیکن کسی کو کیا پتہ تھا کہ ان کے بیٹے کی بیٹی اس خاندان میں بیاہی جائے گی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے کی شادی کی اور آپ کے بعد حضرت خلیفہ اول کے ارشاد پر ہم نے اپنی دوسری بہن کا رشتہ بھی اس خاندان میں کر دیا اور پھر اس

لڑکی کی لڑکی میرے بیٹے کے نکاح میں آئے گی اور اس طرح صرف روحانی طور پر ہی نہیں بلکہ جسمانی طور پر بھی وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت میں شامل ہو جائیں گے۔

یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو اس نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔

(الفضل ۲۳۔ نومبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۲ تا ۴)

لـہ الفضل ۱۰۔ مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱

۲ـہ

۳ـہ الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

۴ـہ نسائی کتاب النکاح باب انکاح الابن امہ

۵ـہ الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۳ء